ختم نبوت

کورس

موضوع

عقیدہ ختم نبوت

سبق نمبر 10

عنوان

رفع نزول عیسیٰ علیہ السلام عقل کی روشنی میں

انوارِ ختمِ نبوّت ٹرسٹ پاکستان

زیرِ نگرانی

انٹرنیشنل ختم نبوۃ موومنٹ پاکستان

سبق نمبر 10 کا خلاصہ

یہ سبق رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے سمجھنے میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ سمجھ لیں تو بہت سے وسوسے دور ہو جائیں گے۔

اس سبق میں ہم ثابت کریں گے:

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سمیت تمام خوارق عادات افعال ہیں جن میں رفع و نزول بھی شامل ہے۔

(2) مرزائی اور دوسرے نیچری وملحدین حضرات جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ عام عادت کے مطابق پیش آمدہ پیش کرتے ہیں جس سے دعویٰ ودلیل میں مطابقت نہیں رہتی۔

(3) خرق عادت اور عادت میں فرق

(4) خرق عادت کام کی شرائط

(5) مختصراً تکوینی وتشریعی کی بحث

(6) امکان رفع کی بحث

(7) رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کی حکمتیں

عادت اور خرق عادت بیان

دنیا میں جو کام ہمیں نظر آتے ہیں وہ دو طرح پر ہیں۔

(1) ایک جو عقل میں آتے یعنی بندہ ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کیونکہ ان کا اسی طرح روزمرہ ہونے کا معمول ہے۔

(2) جو خلاف عقل ہوں، پہلے کو عادت یا سنت کہتے ہیں، دوسرے کو خرق عادت کہتے ہیں۔

مگر کارخانۂ خداوندی میں ہم کو ان کے علاوہ عقل کو متحیر کر دینے والے مناظر بھی ملتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام لاٹھی پھینکتے ہیں تو وہ اچانک ایک بڑا اژدھا بن جاتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام دعا کرتے ہیں، پہاڑ سے عظیم الجثہ گابھن اونٹنی کا جنم ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوتی ہے، بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں بغیر باپ کے۔

ان کاموں کو کرنے والی ذات خالق کائنات حق باری تعالیٰ ہے، مگر پہلے کام عام عادات ہیں جو اسباب سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور دوسرے قسم کے کام خلاف عادت یا خرق عادت ہیں۔ کیونکہ اللہ نے اس میں اسباب کو درمیان سے ہٹا دیا، ہاں یاد رکھیں یہ عادت اور خرق عادت کی تقسیم انسان کے اعتبار سے ہے۔ اللہ کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ خرق عادت کی شرائط اور جو خلاف عادت کام من جانب اللہ وقوع پذیر ہو، اس میں پانچ شرائط ضروری ہیں کہ ان کا انعدام ہو یا عام الفاظ میں پانچ چیز اس میں نہیں پائی جاتیں یا جس کام میں پانچ چیزیں نہ ہوں وہ خرق عادت یا قدرت اللہ کہلاتا ہے۔

(1) اختیار:

اس میں اختیار کا دخل نہیں ہوتا، مطلب یہ کہ اونٹنی کا پہاڑ سے برآمد ہونا، اس کے اختیار میں نہیں کہ جب چاہے جس وقت چاہے پہاڑ سے برآمد ہوتی رہے۔ اسی طرح لاٹھی کا سانپ بن جانا، اس میں اس کا اختیار نہیں تھا کہ جب چاہے سانپ بنے اور جب ہاتھ میں آئے لاٹھی۔

(2) دوام:

دوام بھی نہیں پایا جاتا یعنی خرق عادت عارضی ہوتا ہے۔ مثلاً آقا ﷺ کے انگلیوں سے کئی بار پانی نکلا، صحابہؓ نے پیا مگر آقا ﷺ نے تیمّم بھی کیا اور شریعت کہتی ہے:

فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً یعنی جب آدمی کے اختیار میں پانی نہ ہو تو تیمّم کرے۔ معلوم ہوا وہ جو پانی نکلا اس میں حضور ﷺ کے اختیار بھی نہیں تھا اور ساتھ ساتھ دوام بھی نہیں تھا ورنہ تیمّم کی ضرورت کیوں پیش آتی۔

(3) کلیت:

اس میں خرق عادت ظہور پذیر کام میں کلیت بھی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ یہ کام ایک کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے تو دوسرے کے ہاتھ پر بھی مان لیا جائے۔ مثلاً عادت یہ ہے کہ بھیڑیا بھیڑیے کی زبان میں بولے مگر بخاری وغیرہ میں واقعہ مذکور ہے کہ بھیڑیے نے انسان سے کلام کیا اپنی زبان میں نہیں بلکہ انسان کی طرح انسان کی زبان میں، اب اس طرح کرنا اس میں نہ

اس بھیڑیے کا اختیار ہے نہ اس میں دوام ہوتا ہے کہ ہمیشہ ہی انسانوں کی طرح گفتگو کرتا رہے اور نہ ہی کلیت ہے اس میں کہ تمام بھیڑیوں میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ انسانوں کی طرح بولتے رہیں۔

(4) قیاس:

قیاس کا بھی عمل دخل نہیں ہوتا، مطلب یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام افضل ہیں یا حضرت عائشہؓ۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ ہی افضل ہیں اور یہ فضیلت بزبان پیغمبران کو ملی ہے (وہ ثرید والی حدیث فرمایا حضورﷺ نے کہ عائشہ کہ تمام جہان کی عورتوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر وغیرہ) قیاس اس طرح کہ کوئی آدمی کہے کہ حضرت مریمؑ حضرت عائشہؓ سے افضل ہیں اور وجہ افضلیت یہ بتائی کہ حضرت مریمؑ کو اللہ نے بغیر خاوند کے بچہ (وہ بھی عظیم الشان پیغمبر) عطا کیا اور حضرت عائشہؓ کو آپ ﷺ جیسا خاوند ہوتے ہوئے بھی بچہ بھی نہ دیا تو یہ وجہ افضلیت نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ خرق عادت کام ہے، خلاف عقل کام ہے، عقل پر نہیں قیاس کے ذریعے پر کیا جاسکتا ہے۔

یا دوسری مثال یوں سمجھ لیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی چلی گئی، اب وہ اپنے ہاتھ آنکھوں پر پھیرتے ہیں مگر نظر بحال نہیں ہوتی، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لگتی ہے تو آنکھیں بینا ہوجاتی ہیں تو یہاں پر قیاس نہیں چلے گا۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام ولیہ ہیں اور حضرت زکریا علیہ السلام نبی، مگر حضرت مریمؑ کو بے موسم پھل مل رہے ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام دیکھ کر حیران ہیں یعنی ان کو نہیں تو حضرت مریمؑ افضل نہیں ہوسکتیں۔

قارئین گرامی خدا تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر کا انسانی عقل احاطہ نہیں کرسکتی اور نہ قوانین قدرت پر ہمیں اطلاع ہے، نہ ہوسکتی ہے۔ انسان کیسے نظام قدرت کو مکمل سمجھنے کا دعویدار ہوسکتا ہے کہ اس کی تخلیق کمزوری میں گئی **خلق الانسان ضعیفا** پھر یہ عجیب خرق عادت واقعہ کو دیکھ کر فوراً بغیر سوچے سمجھے انکار کرنے کے ساتھ ساتھ کفر کے فتوے جڑ دیتا ہے کیونکہ جلد بازی اس کی سرشت میں شامل ہے۔ **خلق الانسان من عجل، وکان الانسان عجولا**۔ خداوندِ قدوس کی حکمتوں، قدرتوں کا احاطہ انسانیت ہی کیا، جناب بلکہ تمام مخلوقات نہیں کرسکتی۔

ولا یحیطون بشی ء من علمه الا بما شاء۔

ہم تو صرف اس امر کے پابند ہیں کہ جب کوئی خرق عادت واقعہ سامنے آئے تو بجائے عقل کے گھوڑے دوڑانے کے شریعت کے تقاضے کے مطابق قدرت الٰہیہ کی ایک جھلک مان کر سر تسلیم خم کر دیں کیونکہ عقل کی جہاں انتہاء ہے وہاں سے تو وحی کی ابتداء ہوتی ہے۔

تکوین وتشریح:

(1) ایک اور اہم بات بھی سمجھ لیں کہ خرق عادت کا تعلق تکوینی امور کے ساتھ ہوتا ہے اور عام عادت کے مطابق جو کام ہیں ان کا تعلق شریعت کے ساتھ یا اس طرح کہہ لیں خرق عادات معجزات تکوینی امور میں سے ہوتے ہیں اور مطابق عادت کام تشریعی امور کہتے ہیں یعنی تکوینی امور میں انسان کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔

اختیار کیسے نہیں ہوتا، مثلاً آپ نے کھانا کھایا وہ ہضم ہو جاتا ہے، اب آپ اس کو ہضم ہونے سے روکنا چاہیں تو یہ آپ کے اختیار میں نہیں۔ اسی طرح کہ جسم میں خود گردش کر رہا ہے، آپ کہیں کہ میں اس کو تھوڑی دیر کے لیے روک لوں تو نہیں روک سکتے یا آپ عالم ظاہر کی مثال لے لیں، بادل پانی بھرا جا رہا ہے، آپ چاہیں کہ میرے کھیتوں میں برسے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ جہاں حکم خدا ہوگا برسے گا، اسی طرح جب برسنے لگے تو آپ چاہیں کہ بند ہو جائے تو یہ بھی آپ کے اختیار میں نہیں ہے یعنی مکمل کنٹرول خدا تعالیٰ کا ہے، وہی کرتا ہے اور تشریعی امور آپ کے اختیار میں ہوتے ہیں، مثلاً آپ نے نظر اُٹھالی اپنے ارادہ سے شریعت میں اس کا بھی کوئی حکم ہے مثلاً غیر محرم پر پڑی تو یہ گناہ ہے، قران پر پڑی تو ثواب ہے۔ حتیٰ کہ کہیں کوری دیوار پر بھی پڑ جائے تو بھی شریعت میں اس کا بھی حکم ہے کہ مباح ہے نہ گناہ ہوا نہ ثواب۔

(2) تکوینی امور کا تعلق مسئلہ توحید کے ساتھ ہے اور تشریعی معاملات تقلید کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔

بحث امکان رفع

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کی بحث سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آیا رفع کا امکان موجود ہے؟ قرآن وسنت اور واقعات عالم پر نظر دوڑائیں کہ کیا اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟

کیا کبھی ایسا ہوا؟ کیا ایسا کوئی واقع رونما ہوا کہ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ رفع کا امکان ہے۔ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار سوائے احمقوں کے کوئی نہیں کر سکتا اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ہمیں کوئی ایسا واقعہ ملتا ہے جس سے امکان رفع نہیں بلکہ وقوع رفع ثابت ہو سکے۔

مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کا دعویٰ ہے عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا کر مدفون ہو چکے ہیں اور دلیل یہ ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے جیسا کہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 146 پر مرزے کی تحریر موجود ہے۔

جواب 1: یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کا جسد اطہر کے ساتھ لیلۃ المعراج میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے اسی طرح ان کا آسمان سے آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے۔

جواب 2: جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف ہبوط ہوا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے۔

جواب 3: حضرت سیدنا جعفر طیار بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرشتوں کے ساتھ آسمان پر اڑنا بھی صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے اسی وجہ سے ان کو طیار کا لقب عطا کیا گیا۔ امام طبرانی نے باسناد حسن عبداللہ بن جعفر طیار کے جو آپ کے بیٹے امیر المومنین علیؓ ابن ابو طالب کے داماد اور بھی بی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبد اللہ تجھے مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمان پر اڑتا پھر رہا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ تیرا باپ میکائیل اور جبرائیل کے ساتھ اڑتا پھر رہا ہے ان ہاتھوں کے عوض کے جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتوں کی طرح دو بازو عطا فرما دیے تھے اور اس روایت کی سند نہایت ہی جید اور عمدہ ہے۔

(الترغیب جلد 2 صفحہ 387 حدیث 2035۔ جامعہ الحدیث جلد 11، صفحہ 279 حدیث 33489، زرقانی صفحہ 275 جلد 2، فتح الباری صفحہ 76 جلد 7)

اور امیر المومنین خلیفہ رسول صحابہ رسول داماد رسول حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

کا یہ شعر بھی ہے اس حوالہ سے کہ جس کا اردو ترجمہ یہاں درج کرر ہا ہوں۔

وہ جعفر کہ جو صبح شام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔

جواب 4: حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا غزوہ بیر معونہ میں شہید ہونا پھر ان کے جنازے کا آسمان پہ اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے۔ جیسا کہ حافظ عسقلانی نے (اصابہ جلد 2، صفحہ 256 القسم الاول حف العین) میں اور حافظ ابن عبد البر استیعاب جلد 2، صفحہ 345 اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب صفحہ 78 جلد 2 میں ذکر کیا ہے۔

جبار بن سلمیٰ رضی اللہ عنہ کہ جو عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوئے اور یہ فرمایا۔ کہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا اور ان کا آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام لانے کا باعث بنا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی والدہ کی طرف سے بھائی طفیل یک غلام تھے ہجرت کی شب یہی عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ سرور کائنات ﷺ کو غار ثور پر بکریاں چراتے چراتے لے جا کر دودھ دیا کرتے تھے، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بیر معونہ کے اندر شہید ہوئے۔

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ تمام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتوں نے اس کو جثہ میں چھپالیا اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

اس وقعہ کو بہت سے محدثین نے بیان کیا ہے میں اس کی تفصیل میں مزید نہیں جارہا اس واقعہ کو یہی پہ روک کہ آگے چلتے ہیں۔

جواب 5: حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زمین پر اتر آنا مستدرک حاکم میں مفصل مذکور ہے

(مستدرک حاکم: صفحہ 579، جلد 2)

جواب 6: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے من وسلویٰ آسمانوں سے اتر آنا قرآن سے ثابت ہے کھانا انبیاء علیہم السلام کے وجود سے زیادہ مادی جسم ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد کھانے سے زیادہ لطیف بلکہ الطف ہیں اگر مادی جسم آسمانوں سے آنا محال نہیں تو ان سے لطیف

بلکہ الطف اجساد کا آنا محال کیوں؟

جواب 7: اللہ تعالیٰ کا تو فرمان ہے **الیہ یصعد الکلم الطیب** اللہ کی طرف پاکیزہ کلمے جاتے ہیں اور اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا کلمہ کہا ہے تو ان کے آسمانوں کی طرف جانے بلکہ لے جانے میں کیا دقت ہے۔

ان تمام واقعات کو آپ احباب کی خدمت میں گوش گزار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ منکرین یہ سمجھ لیں کہ اللہ پاک نے اپنے پیاروں اپنے محبین اپنے مخلصین کی اس خاص طریقہ سے بارہا تائید فرمائی کہ ان کو اپنے صحیح سالم فرشتوں کے ذریعے آسمان پر اٹھوالیا کہ دشمن دکھتے ہی رہ گئے تاکہ رب کی قدرت کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور اس کے نیک بندوں کے دشمنوں کی ذلت و رسوائی آشکار ہو اور ساتھ میں مکذبین کے لئے اتمام حجت کا کام کر دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جام عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے متصادم ہے۔

حکمتیں رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

ویسے تو خدا کے ہر کام میں حکمتیں مخفی ہیں جو انسان کے علم وفہم میں کان کما حقہٗ نہیں آسکتیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب تک زندہ رکھنے کی وجوہات بھی بہت زیادہ ہیں جو انسان مجھ نہیں سکتا مگر جتنی وجوہات وحِکَم سمجھ میں آئیں ان میں سے چند یہ ہیں:

حکمت نمبر 1:

ہر اولوالعزم پیغمبر کے لئے چار اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے (اولوالعزم پیغمبر چار ہیں، بعض نے پانچ کہا ہے)

(1) حضرت ابراہیم علیہ السلام (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (4) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

(بعض نے پانچواں حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کو شامل کیا ہے)

(1) وہ اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق کرنیوالا ہو کہ وہ نبی برحق تھا۔

(2) اپنے سے بعد میں آنے والے کی بشارت سنانے والا ہو۔

(3) اس کی بھی پہلے کسی نبی سے بشارت سنائی ہو۔

(4) اس کے بعد میں آنے والا نبی اس کی تصدیق کرے۔

مختصراً یہ الفاظ یاد رکھیں

(1) کہ وہ نبی مصدق ہو۔اسم فاعل

(2) وہ مبشر ہو۔اسم فاعل

(3) وہ بھی مصدق بہ اسم مفعول ہو۔

(4) وہ نبی مبشر بہ (اسم مفعول) ہو۔

ان اوصاف کا پایا جانا تمام اولوالعزم پیغمبروں کے لیے ضروری ہے خواہ عدم ضرورت کی وجہ سے ان کا تذکرہ قرآن میں نہ ہو مگر بالقوہ ضرور ایسا ہے۔

اب ہم یہ اوصاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد ﷺ میں دیکھتے ہیں۔ رفع سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام چار میں سے تین اوصاف ہوئے ایک رہتا تھا اور اس دنیا سے پردہ پوشی تک حضور ﷺ کے چار اوصاف میں سے صرف دو ہوتے۔

(1) وہ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت مریم علیہا السلام کی زبان سے بشارت ملتی ہے۔

اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللّٰہ یبشرك بکلمة منه اسمه المسیح۔

ترجمہ: (وہ وقت بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے مریم سے کہا تھا کہ: اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک کلمے کی (پیدائش) کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔

یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک وصف (مبشـــر بـــہ) جس کی بشارت دی جائے، ثابت ہوا۔ آگے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مصدقا لما بین یدی من التورٰة و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔

حضرت عیسیٰ اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا

ہوں اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا۔

(2) اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مزید دو وصف ''مصدق'' اور ''مبشر'' (اسم فاعل) ہونا ثابت ہوا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تصدیق کرنے والے بنتے ہیں کیونکہ تصدیق کتاب یعنی توراۃ سے، تصدیق رسول یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوگئی۔

(3) آگے مبشر اس طرح بنے کہ حضور ﷺ کی آ کر بشارت دی کہ میرے بعد آقائے دو عالم ﷺ تشریف لائیں گے۔

(4) اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک وصف باقی تھا، ''مصدق بہ'' (اسم مفعول) والا باقی تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تصدیق ہو،

آپ ﷺ نے آ کر دی کہ بزبان قرآن کے وہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور رسول تھے، نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے تھے اور نہ خدا کے تین اجزاء میں سے کوئی تھے۔

اب اگر آپ ﷺ کے لیے اسی طرح مکمل چاروں اوصاف ثابت کیے جائیں: اگر چہ حضور اس کے محتاج نہیں پھر بھی جیسے دیگر انبیاء کے لیے ثابت کیے گئے تو حضور ﷺ کی تاج ختم نبوت جو آپ ﷺ کی امتیازی شان تھی، وہ باقی نہ رہی۔ وہ اس طرح کہ اگر کوئی نیا نبی آ کر آپ ﷺ کی تصدیق کرتا، تصدیق تو ہوجاتی مگر نئے نبی کے آنے کے ساتھ ختم نبوت باقی نہ رہتی کیونکہ آپ ﷺ مبشر بہ اور مصدق (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بن گئے۔

مگر ''مبشر'' اور ''مصدق بہ'' باقی تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مبشر بنے۔ وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی بشارت دی اور قسمیہ انداز میں فرمایا:

والذی نفسی بیدی لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً......الخ

قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری (محمد ﷺ) کی جان ہے ضرور بضرور حضرت عیسیٰ بن مریم عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے۔

(4) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آ کر حضور ﷺ کی تصدیق کریں گے جس کو ابن حجر

نے فتح الباری جلد6، صفحہ 491 طبع مصر میں نقل کیا:

ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقا بمحمد علی ملته۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حضور ﷺ کی تصدیق کے لیے نازل ہوں گے اور آپ ﷺ کی ملت پر ہوں گے۔

حکمت نمبر 2:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام سے لیے جانے والے وعدے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

(آل عمران:81)

ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔

اب اگر آپ ﷺ تک کے تمام انبیاء اس دنیا سے انتقال کر گئے ہوتے اور کوئی نبی بھی باقی نہ ہوتا جو کہ یہ تصدیق اور ایمان کا امر سرانجام دیتا، تو یہ ایک اس وعدہ کا اظہار نہ ہو پاتا تو یہ کلام ادھورا رہ جاتا، نفس واقعہ (حقیقت) میں اس کی کوئی اہمیت نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھا، وہ آئیں گے اور تمام انبیاء کی طرف سے نمائندہ کی حیثیت سے آپ ﷺ پر ایمان بھی لائیں گے اور آپ کی ملت کی تصدیق بھی کریں گے۔

حکمت نمبر 3:

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے بارے میں فرمایا:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفی باللّٰه شیدا۔

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس

دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اللہ کافی ہے اس پر گواہ۔

یعنی کہ دن اسلام کا غلبہ عالم کائنات میں ہو کر ہوے گا۔ غلبہ کی دو قسمیں ہیں:

(1) غلبہ دلیل کے اعتبار سے (2) غلبہ حاکمیت کے اعتبار سے

(1) دلیل کے اعتبار سے تو آپ ﷺ کے زمانے میں دین اسلام غالب ہو چکا۔

(2) باقی غلبہ حکومت کے اعتبار سے باقی تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے پورا ہوگا، جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

لیوشکن ان ینزل ابن مریم فیکم حکما عدلا۔

ضرور بضرور حضرت عیسیٰ عادل حکمران بن کر تشریف لائیں گے۔

یہی بات اس آیت کے تحت مرزا قادیانی نے بھی لکھی ہے۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھوں سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

(براہین احمدیہ اور روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 593۔ چشمہ معرفت در خزائن جلد نمبر 23 صفحہ نمبر 91)

اس مذکورہ عبارت سے بھی حیات ورفع ونزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت ہوا۔

حکمت نمبر 4:

تمام انبیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجا وزرية۔

(سورۃ نمبر 13 آیت نمبر 38)

یعنی ہم نے تمام انبیاء کو بیویوں اور اولاد سے نوازا (سوائے یحییٰ کے کیونکہ ان کی تخصیص خود اللہ نے کی ہے) جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں مگر 33 سال کی عمر میں رفع ہوا، اس وقت تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، اگر ہم رفع کی بجائے موت مان لیں تو قرآن کا یہ فرمان مکمل جماعت انبیاء پر صادق نہیں آتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ضابطے میں

داخل ہونے کے لیے دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: **یتزوج ویولدله**، حضرت عیسیٰ شادی کریں گے اوران کی اولاد بھی ہوگی اور ایک جگہ ہے، ان کے دو بیٹے ہوں گے، ایک کا نام محمد اور ایک کا نام موسیٰ ہوگا۔

حکمت نمبر5:

علماء فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام جس جگہ، ملک، شہر یا بستی سے ہجرت کرتے ہیں اگر وہ ملک کفار ہوتو دوبارہ بحیثیت فاتح وہاں واپس آتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے مکہ کی طرف سے مدینہ ہجرت فرمائی، پھر مکہ فاتح بن کر لوٹے۔اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ملک شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی، لہٰذا ملک شام میں ہی نزول ہوگا (نا کہ قادیان) تا کہ اس ملک کو فتح فرمائے، یہود کا استیصال کریں گے۔

حکمت نمبر6:

عیسائیوں نے جب آپ ﷺ کے ہاتھوں خرق عادات کاموں کو صادر دیکھا تو ان کو خدا بنالیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے اوران کے عقائد کی تردید کردیں گے، اس وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے، اسی کو اللہ نے قرآن میں فرمایا: **وان من اهل الكتاب الا ليؤن به قبل موته**۔(نزول عیسیٰ وقت کے) سب اہل کتاب ان پر ان کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔

حکمت نمبر7:

یہود نے اپنی روش کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے ساتھ ان کی اہانت بھی کرنا چاہتے تھے اورانہوں نے اپنے دعویٰ کے مطابق ایسا کیا بھی، یعنی عقیدہ بنالیا کہ ہم نے نعوذ باللہ جھوٹے مسیح کو نہایت اہانت کے ساتھ قتل بھی کردیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو یہود کو ان کی سرکشی کی سزادیں گے کہ خدا نے مجھے وجیہ بنایا ہے اور قتل سے بھی بچالیا، تمہارا یہ دعویٰ اور عقیدہ بالکل غلط ہے۔

حکمت نمبر8:

ایک اور بڑی حکمت یہ ہے کہ جو **كان الله عزيزا حكيما** کہ اللہ تعالیٰ غالب اور

حکمت کا مالک ہے، اللہ کے وصفی نام میں سے ایک نام حکیم بھی ہے یعنی یہ اللہ کی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے مقام کے مناسب جگہ رکھتا ہے، ہر شخص سے اس کے مادہ فطرت، فطری کے موافق اور استعداد نفس ناطقہ کے مطابق سلوک کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر اسباب ارضیہ منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں سے ہے یعنی کلمہ کن سے ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو کمال تشبہ بالملائکۃ ایک خاص طور پر حاصل ہے، لہذا آپ کو مرفوع السماء کر کے آسمان کو آپ مقر بنا دینا تھا بمقابلہ آپ کے مادہ فطری کے مقام تعجب و خلافت حکمت نہیں کیونکہ فرشتے ہے ہی چونکہ عالم بالا سے ان کا مقر بھی زمین نہیں بنتی۔ انسانی بطن کا تقاضا کے مطابق جب تک حکم خداوندی تھا زمین پر رہے نفخ روح القدس کے تقاضا جب تک امر خداوندی ہے معیت ملائکہ میں رہیں گے۔

حکمت نمبر 9:

جدید فلاسفہ (ملحدین نیچری) اور انسانی عقل نظام کائنات دیکھ کر اس یقین کر بیٹھے تھے کہ جو نظام چل رہا ہے، اس کے خلاف ہونا ممکن نہیں یعنی کوئی بھی چیز جاندار خواہ انسان ہو، ایک وقت میں بچہ ہے جو جوان، پھر اس زمانہ کے گزرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے۔ اس کی زندگی کا اگر اس عمر تک زندہ رہے، بڑھاپا اور موت ضرور وارد ہوتی ہے، یہ نہیں ہوسکتا۔ ایک بندہ ہزاروں سال زندہ بھی رہے، بوڑھا بھی نہ ہو اور موت سے اب تک محفوظ بھی رہے، عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقلی نظریے کو باطل کرنے کے لیے اور بطور نشانی جیسے کہ فرمایا: **ولنجعله اٰیة للناس**۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاص نشان بن کر اب تک زندہ جوان رکھا جسے اُٹھائے گئے ویسے ہی آئیں گے اور انکی عقل کے ماتم کا باعث بنیں گے، وہ اللہ جو عزیز علیہ السلام کو 100 سال تک زندہ رکھ سکتا ہے اور حالت بھی وہی رہتی ہے اور اصحاب کہف کو 300 سال تک زندہ رکھتا ہے۔ حالت جوانی کی ہی رہتی ہے، یہ بھی اس سے بعید نہیں۔

حکمت نمبر 10:

فتنہ دجال اتنا خطرناک فتنہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی اللہ نے مبعوث نہیں

فرمایا مگر اس نے دجال کے فتنہ سے اپنی اُمت کو ڈرایا، خبر دار نہ کیا ہو۔ اور آپ ﷺ نے ابن صیاد کی وہ کیفیت اور احوال سنے تو اس کی ٹوہ لینے کے لیے آپ ﷺ بار ہا جایا کرتے تھے، پریشان رہتے تھے۔ قرب قیامت اس کا ظہور ہوگا۔ امت پریشانی میں ہوگی، ہر طرف گمراہی کی دعوت وہ عام کر رہا ہوگا، مسلمان عالم انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہر طرف مار کھا رہے ہوں گے، اب ان کو ایک قائد کی مقتداء کی ضرورت ہوگی اور امت محمدیہ شدید امداد کی محتاج ہوگی اور نبی سے بڑا سیاست دان مدبر قائد کوئی نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء سے وعدے کیے تھے وہ تین تھے، ان میں سے:

(1) تصدیق نبوت محمدی ﷺ (2) ایمان لانا محمد ﷺ پر (3) تیسرا وعدہ ولتنصرنّہ کہ اس کی مدد کرنا

اب نبی ﷺ تو فوت ہو چکے، تیسرا وعدہ کیسے وفا ہوتا تو علماء نے لکھا ہے اصل میں جو آپ ﷺ نے فرمایا: **کیف انتم اذانزل ابن مریم فیکم۔۔۔ الخ**

اس میں آپ ﷺ امت محمدیہ کی اس حالت کو بیان کیا جو اس وقت ہوگی اور پھر ان کی مدد کے لیے اُتریں گے، مطلب یہ ہوا کہ مدد کرنا، نصرت کرنا اصل میں نصرت دین، نصرت امت مراد ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فتنہ دجال کے قلع قمع کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا جو کہ امت محمدیہ کے اعزاز کا باعث ہے۔

حکمت نمبر 11:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ وانجیل میں آپ ﷺ کے اوصاف دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی: الٰہی! مجھے امت محمدیہ میں شامل کر دے۔ اللہ نے دعا قبول کر لی اور اخیر زمانہ تک محفوظ رکھا، قرب قیامت تشریف لائیں گے تا کہ امت محمدیہ میں شامل ہوں اور بروز حشر امت محمدیہ کے ساتھ اُٹھائے جائیں۔

حکمت نمبر 12:

جنت کی زندگی کی ایک جھلک اہل دنیا کو دکھلائی جائے تا کہ ایمان بالغیب مزید حقیقت واضح ہو، مثلاً لمبی عمر، بدن کا ایک ہی حالت میں تر و تازہ و شاداب رہنا۔

یہ چند جر عاجز نے لکھ دیں ہیں جو انسانی عقل میں آتی ہیں، باقی حکیم ذات کی ہر بات پر کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور وہ اپنی حکمتیں بیان کرنے کا پابند بھی نہیں۔

مشق نمبر 10

(1) عادت اور خرق عادت کی مختصر سی وضاحت کریں۔

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا حوال عادت ہیں یا خرق عادت ثابت کریں۔

(3) کون کون سی چار چیزیں یا کام جو کسی فعل میں نہ ہوں تو وہ فعل خرق عادت کہلاتا ہے؟

(4) حکمت نمبر 2 لکھیں۔

(5) رفع کے امکان کی بحث کا خلاصہ لکھیں۔